ڈاکٹر عبدالواجد تبسم
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ پاکستانی زبانیں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

فراق اور ہندی تہذیب

Dr Abdul Wajid Tabassum

Assistant Professor, Department of Pakistani Languages, AIOU, Islamabad.

Firaq and Indian Culture

Firaq Ghorakh Puri is an eminent poet of Urdu Ghazal in 20th century Urdu literature. His poetry is the blend of classical and new trends of 20th century. In his early poetry he was influenced by Hindi tradition, which includes civilization, mythology, Hindu religion and Hindi language which changed his poetic thought. His poetry is an amalgamation of Islamic and Hindi culture in a unique way. This article is the critical study of such amalgamation in Firaq's Ghazal prospective.

فراق گورکھ پوری (۱۸۹۶ء تا ۱۹۸۱ء) کا شمار بیسویں صدی کے اہم غزل گوؤں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے اردو غزل کی کلاسیکی روایت کے تتبع کے ساتھ ساتھ نئے فکری عناصر کو بھی اپنی غزل میں سمویا اور اسے نئے افق سے آشنا کرایا۔ انھوں نے ابتدا ہی میں ہندی، اردو اور انگریزی شعرا کے اثرات قبول کیے، اپنے مجموعے ''شعلۂ ساز'' کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

> سب سے گہرا اثر جو بچپن میں میرے وجدان پر پڑا وہ گیت اور موسیقی کی گہری تہوں کا اثر تھا اور سور داس اور تلسی داس اور دیگر ہندی شعرا اور پھر غالب وحافظ اور اس کے بعد کچھ انگریزی نظموں کی نغمگی کا اثر تھا۔ اس کے بعد مجھ میں یہ صلاحیت آنے لگی کہ دلی سکول کے شعرا اور جدید لکھنوی یا دیگر شعرا مثلاً عزیز، صفی، محشر، ثاقب، شاد عظیم آبادی اور آسی غازی پوری کی نغمہ سرائیوں سے متکیف اور متاثر ہوسکوں۔(۱)

فراق کھڑی بولی، برج بھاشا اور اودھی کے ساتھ ساتھ فارسی اور عربی کی ادبی روایت سے بھی آگاہ تھے۔ اس کے علاوہ وہ ہندو فلسفے، مذہب اور ہندوستانی رقص اور موسیقی پر بھی دسترس رکھتے تھے۔ انگریزی ادبیات کے استاد ہونے کی وجہ سے اس زبان کے شعرا کے مطالعے کے اثرات بھی ان کی شاعری پر دیکھے جا سکتے ہیں مگر ان کی ذہنی تربیت میں ہندو کلچر کی روایات کا عمل دخل

زیادہ ہے۔انھوں نے ہندی تہذیب اورادب کے محض چندعناصر ہی کوقبول نہیں کیا بلکہ ساری ہندوستانی تہذیب سے ان کا رشتہ استوارنظر آتا ہے مگراس کے باوجودوہ ہندمسلم روایت سے انحراف نہیں کرتے بلکہ ان کے ہاں ہم آہنگی کی فضانظر آتی ہے۔ بقول ڈاکٹرنوازش علی:

فراق ہندمسلم روایات اور ہندوستان کی روح کو......ہم آہنگ کرنا چاہتے ہیں۔اس مقصد کی تکمیل میں وہ مرکزی اہمیت وحیثیت سنسکرت ادب، ہندی ادب اور ہندوقوم کی زندگی اورخوابِ زندگی کی روایتوں کو دیتے ہیں لیکن عربی وفارسی کی کلچری اورادبی روایتوں کووہ ہندوستان کی زندگی سے خارج نہیں کرنا چاہتے بلکہ وہ ان سے بھرپوراستفادہ کرتے ہیں اوران کے ساتھ مغربی ادب اور مغربی کلچر کی روایات کوبھی اپنی شاعری میں سمو دیتے ہیں...... جدیددور میں غالباً فراق ایسے واحد شاعر ہیں جنھوں نے اردوغزل میں ہندی کے عناصراور ہندی تہذیب کواردو کے قالب میں ڈھالا۔انھوں نے دجلہ وفرات کی لہروں کوگنگا جمنا کی لہروں میں ملاکر اپنی شاعری کوآب دار بنایا۔(۲)

فراق اردوشاعری میں ہندوستانی مٹی کی خوشبو،اس کی ہواؤں کی لچک،اس کے آکاش،سورج، چانداورستاروں کوایسا آئینہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ جس میں رگ وید سے لے کرتلسی داس،سورداس اورمیرابائی کا احساس حیات وکائنات منعکس ہو سکے مگران کے نزدیک اردوشاعری میں یہ صفات ابھی تک نہیں آسکیں۔اس کے علاوہ انھیں اردوشاعری میں گھریلوزندگی کا فقدان بھی نظرآتا ہے۔انھوں نے اردوشاعری کووسعت آشنا کرنے کے لیے ہندوستانی روح اور کلچر کے عطر کا حصہ بنایا ہے۔ بقول ڈاکٹرنوازش:

فراق شعر کہتے وقت اپنے اردگرد پھیلی ہوئی زندگی سے کبھی بیگانہ نہیں ہوئے۔انھیں ہندوستان، ہندوستانیت اورقومی زندگی کا ہمیشہ سے احساس رہا ہے۔وہ ہندوستان کوصرف ہندوؤں کی اور نہ صرف مسلمانوں کی ملکیت سمجھتے ہیں بلکہ وہ ہندوستان کو بنی نوع آدم کی مادرِوطن کہتے ہیں۔(۳)

دھرتی پوجا کے رجحان نے فراق کی غزل میں ارضی کیفیات پیدا کی ہیں۔ بقول ڈاکٹر وزیرآغا:

فراق کی غزل کا بنیادی عنصر ہی دھرتی اوراس کے لوازم سے استوار کرنے کا میلان ہے۔ غالباً اس کی اہم ترین وجہ فراق کی دھرتی پوجا کی وہ روش ہے جومسلمانوں کی بہ نسبت ہندوؤں کے ہاں زیادہ توانا رہی ہے۔ بہرحال وجہ چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو، یہ حقیقت ہے کہ فراق نے نہ صرف قریبی اشیا اور دیسی الفاظ کواہمیت بخشی ہے بلکہ محبت میں جسم کے ارضی پہلوؤں کوبھی نہایت خوبصورتی سے پیش کردیا ہے۔(۴)

فراق اپنے اس رجحان کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مجھے بچپن میں کئی ایسے موقعوں پر مادی کائنات زمین،آکاش، چاند،سورج،ستاروں،فضا،موسموں کی رنگینی، حیوانات ونباتات اوررنگارنگ مناظر قدرت کی رمزیت، مانوسیت،طہارت اورانسانی حیات سے ان کی ہم آہنگی کا احساس سا ہوتا تھا۔(۵)

فراق کی غزل میں ہندی رجحان ہندی الفاظ دیومالا، فلسفے،تہذیب اور ہندوروایت سے پیدا ہوتا ہے۔ یہاں اس بات کی

وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ انھوں نے اپنی غزل میں اس کا براہِ راست ذکر بہت کم کیا ہے اور اس بات کی کوشش کی ہے کہ اردو غزل جو ہند اسلامی تہذیب کی عکاس ہے میں ہندی تہذیب کی روح سمٹ آئے بلکہ ان دونوں کے اتصال سے یہ ایک نئی شکل میں ڈھل جائے۔ ہندی فکر کے حوالے سے فراق ویدانتی اثرات کے تحت برہما کو آتما اور آتما کو برہما تصوّر کرتے ہیں۔ حقیقت مطلق وحدت و کثرت نہیں اور نہ ہی عدم و وجود ہے بلکہ ان کے نزدیک اس کی خلوت وجلوت الگ الگ ہے۔ وہ انسان کو ایک طرف کعبۂ دیں اور قبلۂ حیات قرار دیتے ہیں جبکہ دوسری طرف انھیں انسانی زندگی ایسا افسانہ معلوم ہوتی ہے کہ جس کی ابتدا ہے اور نہ انتہا بلکہ نظمِ حیات محض طلسمات ہے۔ ہستی بحرِ فنائے مسلسل ہے اور چراغِ ہستی موہوم۔ چند مثالیں دیکھیے :

کیفِ فنا بھی مجھ میں کیفِ بقا بھی مجھ میں
میں کس کی ابتدا ہوں میں کس کی انتہا ہوں
میں ہوں بھی یا نہیں ہوں یہ بھی خبر نہیں ہے
میں کیا ہوں کہاں ہوں میں کیا بتاؤں کیا ہوں (شعلۂ ساز،ص۵۷)

دیکھ وحدت ہے نہ کثرت نہ عدم ہے نہ وجود
کیوں یہ چاہا تھا کہ ذرے کو بیاباں کر دے (ایضاً،ص۶۶)

ٹوٹتا ہے طلسمِ نظمِ حیات
صبر کچھ جلوہ ہائے یار کریں (ایضاً،ص۷۱)

کچھ نہ وحدت میں ہے نہ کثرت میں
اس کی خلوت ہے اور جلوت اور (ایضاً،ص۱۰۶)

سب سنتے ہی آئے ہیں سب کہتے ہی آئے ہیں
افسانۂ ہستی کا آخر ہے نہ اوّل ہے (ایضاً،ص۱۷۰)

ہستی بجز فنائے مسلسل کے کچھ نہیں
پھر کس لیے یہ فکر قرار و ثبات ہے (انتخاب کلامِ فراق،ص۱۶۰)

فراق مذہب عشق کے قائل ہیں۔ ان کے ہاں مذہبِ دل، کفر و ایمان سے آگے ہے۔ اس کی نگاہِ کافری کو ہزار قبلۂ ایمان اور ہزار کعبۂ دیں پا نہیں سکتا۔ کعبہ و بت خانہ، مسجد و میخانہ، مستی و ہوشیاری کا افسانہ ہیں۔ چند مثالیں دیکھیے :

کفر و ایماں سے رکھ صاف کہ ہم
رکھتے ہیں مذہبِ محبت اور (شعلۂ ساز،ص۱۰۶)

اسے ایمان کہیَے ، کفر کہئیے یا جنوں کہیَے
طوافِ کعبہ ہے اور بتکدے ہیں آستینوں میں (ایضاً،ص۱۱۴)

کیا کعبہ و بت خانہ کیا مسجد و میخانہ
یہ مستی و ہشیاری افسانہ ہے افسانہ (ایضاً،ص۱۲۴)

سُنا ہے مذہبِ دل کفر ہے نہ ایمان ہے
ترے خرام سے یہ رازِ قرب و بُعد کھلا (ایضاً،ص۱۳۹)

اسے دین بھی نہ سمجھ سکا اسے کفر بھی نہ پرکھ سکا
کہ طوافِ کعبہ کے پھیر میں ترا عشق بت بہ کنار ہے (ایضاً،ص۱۶۶)

فراق کی غزل میں بعض ہندی دیومالائی اشارے اور ہندوستانی دھرتی سے متعلقات کے حوالے قابلِ توجہ ہیں:

پانی کا تو بہانہ ہے
آگ لگاتی ہے برسات
قاتل اس کو کون کہے
ہنس مکھ آنکھیں کوئل گات (ایضاً،ص۳۰)

اہل وفا پر آج چھٹی پڑتی ہے بہار
خود اپنے اپنے خون سے کھیلا ہے سب نے بھاگ (ایضاً،ص۱۰۲)

یہ اندھیرا گھپ کہ سورج ، چاند ، تارے لاپتہ
یہ دھواں گھٹتا ہوا ، کالی کی بل کھاتی لٹیں (ایضاً،ص۱۰۵)

آج منانے دینا ہولی
اپنے لہو سے کھیل لے پھاگ

آتے ہی جل اٹھے چراغ
روپ ہے تیرا دیپک راگ (ایضاً،ص ۱۲۷)

لٹکے لٹکے کالے گیسو ، گورے گورے لمبے بازو
مل کے رواں ہیں گنگ و جمن ، ساتھ خراماں رام و لکھن (ایضاً،ص ۲۱۲)

فراق کا تصورِ عشق ہندی ہے۔ان کے ہاں پائی جانے والی عشق کی چبھن اور محبوب کی تڑپ ہندی گیتوں کی یاد دلاتی ہے۔ جس میں اظہارِ عشق عورت سے مرد کی طرف ہے:

برہ کی یہ راتیں ہیں کتنی سہانی
اب ایسے میں روٹھے پیا کو منا لے (جہانِ فراق،ص ۱۹۸)

ہندی شاعری کے زیرِ اثر فراق کے ہاں سراپا نگاری کا رجحان بھی نظر آتا ہے۔بقول ڈاکٹر نوازش علی:

نسوانی حسن کی عکاسی فراق نے اپنی غزلوں میں جس انداز سے کی اس پر ہندی ادب کے واضح اثرات ہیں۔ حسن کی عکاسی میں اجنتا اور ایلورا کی فن کاری، ہندی موسیقی اور ہندی تشبیہات و محاکات سے انھوں نے خوب کام لیا ہے اور ہندوستانیت کی روح کو اردو کے قالب میں ایک نئی معنویت کے ساتھ پیش کیا ہے۔(۶)

ڈاکٹر وزیر آغا فراق کی غزل کے اس پہلو سے متعلق رقم طراز ہیں:

فراق غزل کے اصل مزاج کا ایک عمدہ پارکھ ہے۔اس لیے اس کے ہاں جسم اور اس کے لوازم یعنی نرمی، بو، آواز، قوس اور دائرہ یہ سب ایک لطیف اور ارفع صورت میں ڈھل کر دھرتی سے اوپر اٹھتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔فی الواقعہ ہندوستانی سنگ تراشی میں عورت کی پیش کش اور فراق کی غزل میں عورت کے جسم کا بیان ایک دوسرے کے مماثل ہیں کہ دونوں میں جسم ارفع روحانی کیفیات سے مملو ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔(۷)

اس ضمن میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ فراق نے حسنِ محبوب کو ہندوستانی مظاہر سے مزّین کیا ہے۔چند مثالیں دیکھیے:

وہ نوبہار ناز ہے آغازِ صد بہار
اک ادھ کھلا سا غنچہ ہے اک ادھ سنا سا راگ (شعلۂ ساز،ص ۱۰۲)

آگ بھبھوکا گورا مکھڑا
زلفیں کالے ناگ
چندر کرن پر گاتی راگ
آتے ہی جل اٹھے چراغ (ایضاً،ص ۱۲۷)

سنگم یہ نہانے میں وہ بَل کھاتا ہوا جسم
اک موج سرِ گنگ و چمن کھیل رہی ہے
لہراتے ہوئے جسم پہ اِک چھینٹ سی پڑنا
موجوں سے کوئی چندر کرن کھیل رہی ہے (ایضاً،ص۱۴۲،۱۴۳)

رس میں ڈوبا ہوا لہراتا بدن ...... کیا کہنا
کروٹیں لیتی ہوئی صبحِ چمن ...... کیا کہنا
قامت ناز لچکتی ہوئی اِک قوسِ قزح
زلفِ شبرنگ کا چھایا ہوا گھن کیا کہنا (ایضاً،ص۲۲۰)

اردوغزل میں ہندی مزاج داخل کرنے کے لیے فراق نے ہندی تشبیہات اور الفاظ سے بھی کام لیا ہے۔ان کے ہاں عام طور پر وہ ہندی الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو اس سے پہلے اردو غزل میں نظر نہیں آتے۔ان کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے انھیں اردو غزل کے لیے مانوس بنایا ہے۔بقول ڈاکٹر نوازش:

> فراق ہندی الفاظ کو اپنی تخلیقی رو میں اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ یہ الفاظ شاعرانہ رنگ پیدا کر دیتے ہیں اور شعر پڑھتے ہوئے یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ یہ الفاظ ہندی کے ہیں اور اردو غزل میں پہلے کبھی استعمال نہیں ہوئے بلکہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ الفاظ صرف انھیں اشعار کے لیے خلق ہوئے تھے۔(۸)

رشید احمد صدیقی فراق کے اس تجربے کو اردو شعر و ادب کے حق میں فال نیک اور اجتہاد قرار دیتے ہیں۔(۹) فراق نے فارسی اور ہندی اسالیب کے اتصال سے ایک نیا لسانی اسلوب وضع کیا ہے جو ان کی انفرادیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ بقول ڈاکٹر کامل قریشی:

> فراق کی شاعری کا ایک بڑا جہت جس نے اس کو ممتاز بنانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا وہ ان کی سادگی زبان، میٹھے اور شیریں الفاظ کا ملاپ، ہندی و اردو کے پیارے لفظوں کا گنگا جمنی سنگم، روز مرہ ٹکسالی بولی اور محاوروں کا استعمال ہے۔انھیں سادہ اور رسیلے لفظوں سے اس قدر پیار ہے کہ اس باب میں کہیں کہیں وہ قدما سے بھی آگے نظر آتے ہیں۔(۱۰)

فراق کی غزل کے اس رنگ کے حامل چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

چھلکے آنسو چھلکی لاگ
کچا پانی کچی آگ

روپ یہ یوں لہلوٹ ہے دنیا
جیسے گت پر ناچے ناگ (شعلۂ ساز،ص۱۲۷)

یہ مست ادائیں ہیں کہ کعبے پہ گھٹا چھائی
یہ موجِ تبسم ہے کہ مندر میں چراغاں (ایضاً،ص۲۲۲)

شعلۂ زُنار رہے برقِ نگاہ
کفر کی تلوار ہیں آنکھیں تری (جہانِ فراق،ص۲۸۱)
تو وہ بھیرویں ہے زمیں جاگ اٹھی
دمِ صبح ذروں کی یہ کنمناہٹ (انتخاب کلامِ فراق،ص۱۶۳)

فراق کہیں کہیں اعتدال کی راہ سے ہٹ بھی جاتے ہیں جوان کی غزل میں ثقالت اور ناہمواریوں کو جنم دیتا ہے۔ بقول نظیر صدیقی:

> فراق کے اندازِ فکر، طرزِ احساس اور لب و لہجے کی نرمی نے انھیں ایک منفرد اسلوب کا مالک بنا دیا ہے لیکن زبان و بیان اور فن کے معاملے میں وہ حد درجہ غیر محتاط واقع ہوئے ہیں۔ جہاں ان کی شاعری میں یک سراپن مفقود ہے وہاں بے سراپن قدم قدم پر موجود ہے۔ ان کی کوئی غزل یا نظم ایسی نہیں ہوتی جس کے بیشتر اشعار صوری اور معنوی اغلاط سے پُر نہ ہوں۔(۱۱)

بحور کے انتخاب میں بھی فراق نے اپنے ہندی مزاج کو برقرار رکھا ہے۔ بقول ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد:

> انھوں (فراق) نے مروجہ عروضی اوزان میں بھی غزلیں کہی ہیں تاہم وہ مجموعی طور پر ہندی بحروں کے زیر اثر رہے لیکن حیرت کا مقام ہے کہ ہندی بحروں سے فطری مناسبت اور رغبت کے باوجود انھوں نے ان بحروں کے استعمال میں کئی جگہ ٹھوکریں کھائی ہیں اور ان کے کئی مصرعے وزن کے دائرے سے خارج ہوئے ہیں۔(۱۲)

مجموعی حوالے سے دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فراق نے غزل میں ہندی روایت کے ملاپ سے اردو غزل کو نئی فضا اور نئے ذائقے سے آشنا کیا اور اس میں ہندی روایت کو برتا جس کی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی۔

حوالہ جات:

۱۔ فراق گورکھ پوری، شعلۂ ساز، مکتبہ اردو ادب لاہور، س ن، ص ۲۵

۲۔ نوازش علی، ڈاکٹر، فراق گورکھپوری شخصیت اور فن، دستاویز مطبوعات لاہور، بار اوّل، ۱۹۹۳ء، ص ص ۲٦٦۔۲٦۷

۳۔ نوازش علی، ڈاکٹر، فراق گورکھپوری شخصیت اور فن، ص ۲۷۹

۴۔ اردو شاعری کا مزاج، ص ۲۹۴

۵۔ تاج سعید، مرتب، جہانِ فراق، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، طبع اوّل، ۱۹۹۱ء، ص ۴۵

٦۔ فراق گورکھپوری شخصیت اور فن، ص ۲۷٦

۷۔ اردو شاعری کا مزاج، ص ۲۹۴

۸۔ فراق گورکھپوری شخصیت اور فن، ۲۷۴

۹۔ جدید غزل، ص ۵۷

۱۰۔ کامل قریشی، ڈاکٹر، اردو غزل، اردو اکادمی دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ص ۲٦۲۔۲٦۳

۱۱۔ نظیر صدیقی، تاثرات و تعصّبات، ڈھاکہ، شعبۂ تحقیق و اشاعت، طبع اوّل، ۱۹٦۲ء، ص ۹۵

۱۲۔ ارشد محمود ناشاد، ڈاکٹر، اردو غزل کا تکنیکی، ہیئتی اور عروضی سفر، لاہور، مجلس ترقی ادب، ص ۱۹۴